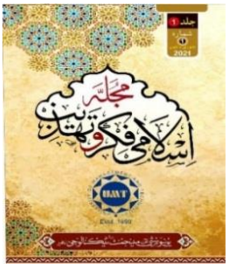

Mujalla Islami Fikr-o-Tahzeeb (MIFT)
Volume 2 Issue 1, Spring 2022
Journal DOI: https://doi.org/10.32350/mift
Issue DOI: https://doi.org/10.32350/mift.21
Homepage: https://journals.umt.edu.pk/index.php/mift

Journal QR

امام شاطبیؒ کی نگاہ میں کتاب و سنت کے تعلق کی مختلف جہتیں

Article:

Different Aspects of the Relationship Between the Holy Qur'an and Sunnah: in the Perspective of Imam Shatibi

Article QR

Farhan Arshad

Author(s): Hafiz Farhan Arshad [1], Saeed Ahmad Saeedi[2], Hafiz Mahmood Akhtar[3]

Affiliation:
[1] Assistant Professor, GIFT University, Gujranwala.
[2] Institute of Islamic Studies, University of the Punjab.
[3] Head of Department, Islamic Studies, GIFT University, Gujranwala.

Article DOI: https://doi.org/10.32350/mift.21.01

Article History:
Received: Jan 02, 2022
Revised: Mar 2, 2022
Accepted: April 12, 2022
Available Online: June 25, 2022

Citation: Arshad, Hafiz Farhan, Ahmad Saeed Saeedi, and Mahmood Akhtar. "Different Aspects of the Relationship Between the Qur'an and Sunnah: Imam Shatibi's Point of view." *Mujalla Islami Fikr-o-Tahzeeb* 2, no.1 (2022): 01–13. https://doi.org/10.32350/mift.21.01

Copyright Information:
This article is open access and is distributed under the terms of Creative Commons Attribution 4.0 International License

Department of Islamic Thought and Civilization, School of Social Science and Humanities, University of Management and Technology, Lahore, Pakistan

امام شاطبیؒ کی نگاہ میں کتاب و سنت کے تعلق کی مختلف جہتیں

Different Aspects of the Relationship between the Holy Qur'an and Sunnah: in the Perspective of Imam Shatibi

Hafiz Farhan Arshad

Assistant Professor, GIFT University, Gujranwala

Saeed Ahmad Saeedi

Institute of Islamic Studies, University of the Punjab

Hafiz Mahmood Akhtar

Head of Department, Islamic Studies, GIFT University, Gujranwala

Abstract

Imam Shatibi in his famous book, *Al-Mawafqat*, has given a very elegant and unique discussion on the relationship between Qur'an and Sunnah. He endeavored to focus and synchronize the nature of *Shari'ah* in such a way that it should be in exact accordance with the holy Qur'an and *Sunnah*. He debated in a logical and systematic manner regarding the idea of the exegesis, the relationship between human interests and exposition, the nature of the certitude of the Qur'anic interpretation, the suspicions of the *Ahad* newspaper; in the exegesis Sunnah is the offshoot of the Qur'an, the completion of Shari'ah under the influence of certainty of Shari'ah, explanation of the partial rules of the Qur'an, investigating the dubitable branches by tracing down their origins, extension of the Qur'anic command due to genuine cause, inference from the Qur'anic allusions. Moreover, he has presented research on topics such as general customization and the precedence of Qur'an over Sunnah.

Keyword: Qur'an, *Sunnah*, Islam, *Al-Mawafqat*, *Imam Shatbi*

۱. تمہید

امام شاطبیؒ نے اپنی مشہور کتاب "الموافقات" میں قرآن و سنت کے باہمی تعلق پر بڑی نفیس اور منفرد گفتگو کی ہے۔ آپ کی مساعی کا محور استقراء کے اصول کے تحت شریعت کی قطعیت اس طرح ثابت کرنا ہے کہ اس سے قرآن و سنت کے باہم تعلق میں ظنی دلائل میں بھی ایک طرح کا یقین پیدا ہو جائے۔ آپ نے تشریع کے تصور، مقاصد اور عمل پر بحث کرتے ہوئے: انسانی مصالح اور تشریع کا تعلق، تشریع کی قطعیت کی نوعیت، اخبار آحاد کی ظنیت، تشریع میں سنت قرآن کی فرع ہے، مصالح شرعیہ کے زیر اثر تشریع کی تکمیل، قرآن کے جزوی احکام کی توضیح و تفصیل، مشتبہ فروع کا اصل کے ساتھ الحاق، علت کی بنا قرآنی حکم میں توسیع، اشارات قرآنی سے استنباط، عام کی تخصیص اور قرآن، سنت پر مقدم ہے، جیسے موضوعات کی تحقیق پیش کی ہے۔

۲. انسانی مصالح اور تشریع کا تعلق

شریعت کے مقرر کرنے سے مقصود دراصل انسانوں کی دنیا و آخرت کی بھلائی اور مصلحتیں ہیں۔ یہ مصلحتیں: حفاظت دین، انسانی زندگی کی حفاظت، حفاظت نسل، حفاظت مال اور حفاظت عقل ہے۔ شارع کا مطالبہ ہے کہ انسان اپنی انفرادی و اجتماعی زندگی میں ایسے اصول و قوانین پر

کاربند رہیں جن سے یہ مصلحتیں قائم رہیں۔ یہ مصلحتیں سارے انسانوں کے لیے عام ہیں اور ان کی نوعیت ابدی ہے۔ امام شاطبیؒ تشریع سے مقصود مصلحتوں کی نوعیت، درجات اور ثبوت کے طریقے کو یوں بیان کرتے ہیں: **ان الشارع قد قصر بالتشريع اقامة المصالح الاخروية والدنيوية و ذلک علی وجه لا يختل لها به نظام لا بحسب الکل ولا بحسب الجزء و سواء فی ذلک ما کان من قبيل الضروريات او الحاجيات او التحسينيات فانها لو کانت موضوعة بحيث يمکن ان يختل نظامها او تخل احکامها لم يکن التشريع موضوعا لها اذ ليس کونها مصالح علی الاطلاق فلا بد ان يکون وضعها علی ذلک الوجه ابديا و کليا وعاما فی جميع انواع التکليف والمکلفين و جميع الاحوال و کذلک وجدنا الامر فيها والحمد لله**(۱) تشریع سے شارع کا مقصد اخروی اور دنیوی مصالح کو اس طرح قائم کرنا کہ (شریعت کے وضع کردہ) نظام میں کل یا جز، کسی بھی اعتبار سے خلل واقع نہ ہو، اس میں ضروریات حاجیات اور تحسینیات سب برابر ہیں، کیونکہ اگر ان کی وضع اس طرح کی گئی ہو کہ نظام میں خلل واقع ہونا یا احکام کا خلل پذیر ہونا ممکن ہو تو اس کا مطلب یہ ہو گا کہ، تشریع مصالح کے لیے نہیں کی گئی، کیونکہ خلل ممکن ہونے کی صورت میں ان کو مصالح کی بجائے مفاسد کہنے کا بھی پورا جواز ہے۔ لیکن چونکہ شارع کا مقصود یہ ہے کہ احکام سے علی الاطلاق مصالح کی حفاظت کی جائے، اس لیے لازم ہے کہ ان کے مصالح ہونے کی نوعیت ابدی اور تکلیف کی تمام انواع اور جملہ مکلفین اور تمام احوال کے لیے عام ہو اور بحمد اللہ ہم نے شریعت کو اسی طرح پایا ہے)۔

امام شاطبیؒ کی عبارت سے درج ذیل امور سامنے آتے ہیں:

۲۔ ان مصالح کے تین درجات ہیں؛ اول ضروریات، دوم حاجیات، سوم تحسینیات۔[۲]

۳۔ مصالح، ان کی نوعیت اور درجات کا ثبوت شریعت سے بطور استقراء ہے۔

امام شاطبیؒ کی تحقیق کے مطابق شریعت کی جانب سے دیا گیا ہر حکم تینوں درجات میں سے کسی نہ کسی درجہ میں کسی نہ کسی مصلحت سے متعلق ہو گا۔ مثلاً حفظ دین کے باب میں نماز ضرورت، سفر کی حالت میں قصر نماز حاجت اور نماز میں ستر کا ڈھانپنا تحسین ہے۔ بہر حال امام شاطبیؒ کے نزدیک شریعت کا مقرر ہونا انسانی مصالح (حفاظت دین، انسانی زندگی کی حفاظت، حفاظت نسل، حفاظت مال اور حفاظت عقل) کی بنیاد پر ہے۔ ان مصلحتوں کے تین درجات ہیں؛ اول ضروریات، دوم حاجیات، سوم تحسینیات۔ ان مصالح، ان کی نوعیت اور درجات کا ثبوت شریعت سے بطور استقراء ہے۔

---

[۱] ۔ شاطبی، ابراہیم بن موسی، **الموافقات فی اصول الشریعۃ** (دار ابن عفان، قاہرہ ۱۹۹۷ء)، ۲/ ۶۲

[۲] ۔ ضروریات: وہ امور جو پانچوں مصالح حفظ دین، حفظ جان، حفظ نسل، حفظ عقل اور حفظ مال میں کسی کی تکمیل کے لیے ناگزیر ہوں"۔ حاجیات: "وہ امور کہ اگر انکی اجازت نہ دی جائے تو مشقت و حرج کا باعث ہو جائے۔ اصطلاحی اعتبار سے یہ ضرورت سے کمتر درجہ کا حکم ہے"۔ اور تحسینیات: "وہ امور جو شریعت کے مقاصد خمسہ۔ دین۔ جان۔ نسل۔ عقل اور مال کی حفاظت اور ان کے حصول کے لیے نہ ناگزیر ہوں، اور نہ اس درجہ کے ہوں کہ ان کے حاصل نہ ہونے سے مشقت پیدا ہو جائے، بلکہ وہ بطور آسانی اور حسن عمل کے ہوں، جیسے عبادات میں نوافل، اور معاملات اور عادات میں بہت سی ایسی چیزوں کا حلال ہونا جن سے بچنا باعث مشقت نہیں ہو۔

۳. شریعت کی قطعیت سے کیا مراد ہے

امام شاطبیؒ کے نزدیک شریعت کا قطعی ہونا ناگزیر ہے۔ اس کے بغیر احکام شرع کا انسانوں پر لازم ہونا درست نہیں اور یہ بھی حقیقت ہے کہ شرعی نصوص [۳] قطعی اور ظنی بھی ہیں۔ اس صورت حال میں آپؒ کی توجیہ یہ ہے کہ شریعت کے قطعی ہونے سے مراد کلیات واصول یعنی مصالح (حفاظت دین، انسانی زندگی کی حفاظت، حفاظت نسل، حفاظت مال اور حفاظت عقل) ہیں۔ ان مصالح کا ثبوت قطعی اور یقینی دلائل جبکہ ان کی تفصیلات اور جزئیات کا ثبوت ظنی دلائل سے بھی ہو سکتا ہے۔ کلیات میں قطعیت متعدد نصوص کی مجموعی دلالت جبکہ جزئیات میں ظنیت انفرادی نصوص کا نتیجہ ہیں۔ امام شاطبیؒ کلیات کی قطعیت اور ابدی ہونے کو یوں بیان کرتے ہیں: **فلا بد ان يكون وضعها على ذلك الوجه ابديا وكليا و عاما فى جميع انواع التكليف والمكلفين و جميع الاحوال وكذلك وجدنا الامر فيها والحمد لله۔**(۴) اس لیے لازم ہے کہ ان کے مصالح ہونے کی نوعیت ابدی اور تکلیف کی تمام انواع اور جملہ مکلفین اور تمام احوال کے لیے عام ہو اور بحمد اللہ ہم نے شریعت کو اسی طرح پایا ہے۔

امام شاطبیؒ کی اس عبارت سے ثابت ہوتا ہے کہ شریعت کی قطعیت سے مراد کلیات یعنی مصالح ہیں۔

کلیات کا ثبوت استقراء کے اصول کے تحت مجموعی دلائل سے ہوگا، اس بات کو امام شاطبیؒ یوں بیان کرتے ہیں: **فكل أصل تكرر تقريره وتأكد أمره وفهم ذلك من مجاري الكلام فهو مأخوذ على حسب عمومه --- لأن ما حصل فيه التكرار والتأكيد والانتشار صار ظاهره باحتفاف القرائن به إلى منزلة النص القاطع الذي لا احتمال فيه، بخلاف ما لم يكن كذلك فإنه معرض لاحتمالات؛ فيجب التوقف في القطع بمقتضاه حتى يعرض على غيره ويبحث عن وجود معارض فيه** (۵) ہر وہ اصل جس کی تاکید بار بار وارد ہو اور اسے (مختلف پہلوؤں) سے مؤکد کیا گیا ہو اور کلام کے اسالیب سے اس کی تاکید واضح ہو رہی ہو تو اسے اس کے عموم پر ہی محمول کیا جائے گا۔۔۔ کیونکہ جس عموم میں تکرار اور تاکید پائی جائے اور وہ مختلف احکام میں پھیلا ہوا ہو تو اس کا ظاہر ان تمام قرائن کے شامل ہونے کی وجہ سے ایک قاطع نص بن جاتا ہے، جس میں دوسرا احتمال باقی نہیں رہتا، اس کے برخلاف دوسری صورت میں احتمالات باقی رہتے ہیں، اس لیے اس کی قطعی مراد طے کرنے میں توقف ضروری ہے، یہاں تک کہ دیگر نصوص پر پیش کیا جائے اور اس کے معارض دلائل کی تحقیق کی جائے۔

---

[۳] ۔ نص: نص سے مراد کتاب وسنت بھی ہے اور نص کا لفظ صراحت ووضاحت کو بتانے کے لیے بھی بولا جاتا ہے۔ اصول فقہ کی اصطلاح میں عبارت سے ماخوذ اس معنی کو کہتے ہیں جس کو بیان کرنے کے لیے آیت یا حدیث وارد ہوئی ہو۔

[۴] ۔ شاطبی، **الموافقات** ۲/ ۶۲

[۵] ۔ شاطبی، **الموافقات** ۴/ ۷۰

امام شاطبیؒ کی اس عبارت سے یہ بات مفہوم کے طور پر سامنے آتی ہے کہ ہر اصل کلی کی قطعیت تتبع اور نقد و تنقیح کے بعد استقراء سے سامنے آتی ہے۔ انفرادی دلائل سے قطعیت ثابت نہیں ہوتی بلکہ متعدد وجوہ کی بناوہ ظنیت کے دائرے میں ہی رہتے ہیں، اس مؤقف کو بیان کرتے ہوئے امام شاطبیؒ لکھتے ہیں: **ووجود القطع فيها -على الاستعمال المشهور معدوم، أو في غاية الندور"أعني: في آحاد الأدلة": فإنها إن كانت من أخبار الآحاد؛ فعدم إفادتها القطع ظاهر، وإن كانت متواترة؛ فإفادتها القطع موقوفة على مقدمات جميعُها أو غالبها ظني، والموقوف على الظني لا بد أن يكون ظنيا؛ فإنها تتوقف على نقل اللغات وآراء النحو، وعدم الاشتراك، وعدم المجاز، والنقل الشرعي أو العادي، والإضمار، والتخصيص للعموم، والتقييد للمطلق، وعدم الناسخ، والتقديم والتأخير والمُعارض العقلي، وإفادة القطع مع اعتبار هذه الأمور متعذر وقد اعتصم من قال بوجودها بأنها ظنية في أنفسها، لكن إذا اقترنت بها قرائن مشاهدة أو منقولة: فقد تفيد اليقين، وهذا كله نادرٌ أو متعذر**(۶) معروف استعمال کے اعتبار سے انفرادی دلائل میں قطعیت کا پایا جانا معدوم ہے یا بے حد نادر ہے، میری مراد یہ ہے کہ اگر انفرادی دلائل اخبار آحاد ہیں تو ان کا قطعی نہ ہونا ظاہر ہے اور اگر انفرادی دلائل اگر متواتر ہوں تو ان سے قطعیت کا اثبات بہت سے مقدمات پر موقوف ہے ،جو سب کے سب یا ان میں سے بیش تر ظنی ہیں اور ظنی مقدمات پر موقوف استدلال بھی لازماً ظنی ہوتا ہے، قطعی الثبوت دلیل سے قطعیت کا اثبات اس پر موقوف ہے کہ لغات اور نحوی مسائل نقل کیے جائیں، لفظ مشترک نہ ہو اور اس سے مجازی مفہوم مراد نہ، لفظ اپنے اصل معنی سے کسی شرعی معنی یا عرفی مفہوم کی طرف منتقل نہ ہو، کلام میں حذف اور اضمار نہ ہو، عموم کی تخصیص اور مطلق کی تقیید نہ ہو، حکم منسوخ نہ ہو چکا ہو، کلام میں تقدیم و تاخیر نہ ہو اور اس کے معارض کوئی عقلی دلیل بھی موجود نہ ہو۔

ان تمام پہلوؤں کا لحاظ کرتے ہوئے کسی نص کی قطعی مراد طے کرنا ناممکن ہے۔ جو حضرات اس کے قائل ہیں، انہوں نے اس نکتے کا سہارا لیا ہے کہ انفرادی دلائل فی نفسہ تو ظنی ہیں، لیکن ان کے ساتھ کچھ مشاہد یا منقول قرائن ہو جائیں تو وہ یقین کا فائدہ دے سکتے ہیں، لیکن ایسی صورتیں بھی بالکل نادر اور ناپید ہیں۔)

اس عبارت سے درج ذیل چیزیں سامنے آتی ہیں:

۱۔ انفرادی دلائل اگر اخبار آحاد ہیں تو ان کی ظنیت اور غیر یقینی ہونا ظاہر ہے۔

۲۔ انفرادی دلائل متواتر ہیں تو ان کی قطعیت بہت سے ظنی مقدمات پر موقوف ہے۔ مثلاً نحوی مسائل، لفظ مشترک نہ ہو، مجازی مفہوم مراد نہ ہو، لفظ شرعی یا عرفی معنی میں نہ ہو، حذف و اضمار نہ ہو، عموم تخصیص اور مطلق پر قید نہ ہو وغیرہ۔

۳۔ ظنی مقدمات سے ظنیت اور قطعی مقدمات سے قطعیت ثابت ہوتی ہے۔

---

[6] ۔ شاطبی، **الموافقات** ۱/ ۲۸

شریعت کی قطعیت سے متعلق امام شاطبیؒ کے مؤقف کے اطلاق کی وضاحت، مثلاً ہم نماز سے کریں تو شریعت کے اصول وکلیات یعنی مصالح میں سے یہ حفاظت دین کا جز ہے اور حفاظت دین کے اس جز کی قطعیت قطعی مقدمات یعنی ان تمام نصوص کے مجموعے سے سامنے آتی ہے جن میں مختلف انداز میں نماز کی تاکید آئی ہے، مثلاً نماز کے ادا کرنے والوں کی تعریف وثناء، چھوڑنے والی کی مذمت، ہر حال میں نماز ادا کرنے کا حکم وغیرہ، سے واضح ہے جبکہ نماز کے جزئی احکام اور تفصیلات مثلاً رکعات کی تعداد، رکوع وسجدات اور ہاتھ باندھنے کا طریقہ وغیرہ اخبار آحاد اور انفرادی و ظنی دلائل سے ثابت ہیں کیونکہ ان کا ثبوت ظنی مقدمات پر ہے۔

بہر حال امام شاطبیؒ کی گفتگو سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ شریعت کی قطعیت سے مراد اصول وکلیات یعنی مصالح (حفاظت دین، انسانی زندگی کی حفاظت، حفاظت نسل، حفاظت مال اور حفاظت عقل) ہیں۔ یہ مصالح قطعی ہیں کیونکہ یہ قطعی مقدمات سے ثابت ہیں جبکہ ان کی تفصیلات و فروعات اور جزئیات ظنی ہیں کیونکہ وہ ظنی مقدمات سے ثابت ہیں۔ قطعیت کا اصول استقراء ہے اور اس کی صورت یہ ہے کہ جو چیز نصوص کے مجموعے سے ثابت ہو وہ قطعی ہے اور جو انفرادی نصوص سے ثابت ہو وہ ظنی ہے۔

۴۔ اخبار آحاد کے قبول ورد کا مسئلہ

امام شاطبیؒ اخبار آحاد کے اصول وکلیات کے خلاف نہ ہونے کی صورت میں جزئیات میں حجت پر جمہور کے ساتھ ہیں۔ اگرچہ آپ نے جمہور کی طرح خبر واحد کے دلیل قطعی کے ساتھ معارضے کا اعتبار کیا ہے، لیکن آپ کے نزدیک خبر واحد کا اصل قطعی کے مطابق نہ ہونا معارض ہونے کے معنی میں ہے۔ آپ کے نزدیک ظنی دلیل اگر اصل قطعی کے مخالف ہو تو مخالفت کی دو صورتیں ہیں؛ اول یہ کہ مخالفت قطعی ہو تو یہ واجب الرد ہے اور دوم یہ کہ اگر مخالفت ظنی یا اصل کی قطعیت ظنی ہو تو اس کی دو صورتیں ہو سکتی ہیں؛ اول یہ کہ وہ اگر کسی دوسری اصل قطعی کے تحت آتی ہے تو قابل قبول ہے، دوم یہ کہ وہ کسی اصل قطعی کے تحت نہیں تو بھی بہر حال یہ ظنی دلیل ہے۔ خبر واحد اگر کسی اصل قطعی کے معارض نہیں تو وہ قابل قبول ہے، اس مؤقف کو امام شاطبیؒ یوں بیان کرتے ہیں: **وان كان ظنيا فاما ان يرجع الى اصل قطعى اولا ، فان رجع الى قطعى فهو معتبر ايضا ، وان لم يرجع وجب التثبت فيه ولم يصح اطلاق القول بقبوله۔**(۷) اگر دلیل شرعی ظنی ہو تو یا تو وہ کسی اصل قطعی کی طرف راجع ہو گی یا نہیں۔ اگر اصل قطعی کی طرف راجع ہو وہ بھی معتبر ہے، لیکن اگر راجع نہ ہو تو اس کے متعلق غور وفکر اور تحقیق کرنا واجب ہے اور اس کے مطلقاً قبول کرنے کی بات درست نہیں۔

امام شاطبیؒ کی اس عبارت درج ذیل باتیں ثابت ہوتی ہیں:

۱۔ دلیل ظنی اگر کسی اصل قطعی کے دائرے میں آتی ہے تو وہ قابل قبول ہے۔

۷۔ شاطبی، **الموافقات** ۳/ ۱۶

۲۔ دلیل ظنی اگر اصل قطعی کے نہ مطابق ہو اور نہ ہی معارض تو اگرچہ وہ قابل قبول نہیں لیکن اس سے وہ دلیل ظنی کے دائرے سے بھی نہیں نکلتی بلکہ اس سے متعلق غور و فکر کرنا واجب اور ضروری ہے۔

دلیل ظنی اگر قطعی کی معارض ہے تو اس کی دو صورتوں کو امام شاطبیؒ یوں بیان کرتے ہیں: **وهذ ا القسم على ضربين : احدهما ان تكون مخالفته للاصل قطعية فلا بد من رده ، ولآخر ان تكون ظنية ، اما ان يتطرق الظن من جهة الدليل الظني واما من جهة كون الاصل لم يتحقق كونه قطعيا ، و فى هذالموضع مجال للمجتهدين ولكن الثابت فى الجملة ان مخالفة الظني لاصل قطعي يسقط اعتبار الظني على الاطلاق وهو لا يختلف فيه -** [۸] ظنی دلیل اگر قطعی دلیل کے مخالف ہو تو اس کی دو صورتیں ہیں؛ ایک یہ کہ اس کا اصل کے مخالف ہونا قطعی ہو، اس صورت میں اس کو رد کرنا لازم ہے، دوسری یہ کہ اس کا اصل کے خلاف ہونا ظنی ہو، یا تو اس لیے کہ اصل کے ساتھ اس کی مخالفت ظنی ہو یا اس لیے کہ اصل کا قطعی ہونا متحقق نہیں ہوا۔ اس دوسری صورت میں مجتہدین کے لیے اختلاف کی گنجائش ہے، لیکن اصولی طور پر یہ بات طے شدہ ہے کہ ظنی کا قطعی کے مخالف ہونا، ظنی کو ساقط الاعتبار کر دیتا ہے اور اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔

امام شاطبیؒ کی اس عبارت سے درج ذیل نکات سامنے آتے ہیں: ۱۔ خبر واحد اگر قطعی طور پر اصل کے مخالف ہو تو اس کو رد کرنا ضروری ہے۔ ۲۔ خبر واحد کی اصل سے مخالفت یا اصل کی قطعیت کے ظنی ہو تو یہ صورت اجتہادی اور مختلف فیہ ہو سکتی ہے۔ اس دوسری صورت کی توجیہ امام شاطبیؒ یوں کرتے ہیں کہ: ۱۔ خبر واحد اگر اس معارض اصل قطعی کے علاوہ کسی دوسری اصل کے تحت آتی ہے تو در اصل یہ دلیل قطعی اور ظنی کا تعارض نہیں بلکہ شریعت کی دو اصل کا تعارض ہے۔ ۲۔ اگر یہ دلیل ظنی کسی دوسری اصل قطعی کے دائرے میں نہیں آتی تو بھی یہ دلیل ظنی کے دائرے میں ہی ہے اور ان دونوں سورتوں میں بہر حال اجتہاد کی بنیاد پر کوئی رائے قائم کی جاسکتی ہے۔[۹] دلیل ظنی اگر ایک اصل قطعی کے خلاف اور دوسری اصل قطعی کے مطابق ہو تو اس کی مثال رؤیتِ باری تعالیٰ ہے کہ دلیل ظنی سے اس کا اثبات جبکہ قطعی سے عدم اثبات ہے لیکن دوسری اصل قطعی سے قیامت کے دن رؤیتِ باری تعالیٰ کا اثبات ہے جس سے دنیا میں بھی اس کا امکاں ثابت ہو گیا تو امام شاطبیؒ کے مؤقف کے مطابق یہ قول قبول کیا جاسکتا ہے کیونکہ اس کی تائید دوسری اصل سے ہو رہی ہے۔ دلیل ظنی اگر اصل قطعی کے مخالف ہو تو اس کی مثال جیسے: میت پر اس کے گھر والوں کے رونے سے اس میت کو عذاب ہوتا ہے، یہ اصل قطعی یعنی: **لا تزر وازرة وزرى اخرى** کے مخالف ہے۔ اس لیے امام شاطبیؒ کے موقف کے مطابق گھر والوں کے رونے پر میت کا عذاب میں مبتلا ہونا درست اور ثابت شدہ امر نہیں۔

ما قبل گفتگو سے یہ ثابت ہوا کہ امام شاطبیؒ اخبار آحاد کے اصول وکلیات کے خلاف نہ ہونے کی صورت میں جزئیات میں حجت پر جمہور کے ساتھ ہیں۔ اگرچہ آپ نے جمہور کی طرح خبر واحد کے دلیل قطعی کے ساتھ معارضے کا اعتبار کیا ہے، لیکن آپ کے نزدیک خبر واحد کا اصل قطعی

---

[۸] ۔ شاطبی، **الموافقات** ۳/۱۸۔۱۷

[۹] ۔ شاطبی، **الموافقات** ۳/۱۹

کے مطابق نہ ہونا معارض ہونے کے معنی میں ہے۔ آپ کے نزدیک ظنی دلیل اگر اصل قطعی کے مخالف ہو تو مخالفت کی دو صورتیں ہیں؛ اول یہ کہ مخالفت قطعی ہو تو یہ واجب الرد ہے اور دوم یہ کہ اگر مخالفت ظنی یا اصل کی قطعیت ظنی ہو تو اس کی دو صورتیں ہو سکتی ہیں؛ اول یہ کہ وہ اگر کسی دوسری اصل قطعی کے تحت آتی ہے تو قابل قبول ہے، دوم یہ کہ وہ کسی اصل قطعی کے تحت نہیں تو بھی بہر حال یہ ظنی دلیل ہے۔

۵. قرآن وسنت کا تعلق اصل وفرع کا ہے

امام شاطبیؒ جمہور اصولیین کے ساتھ اس بات پر متفق ہیں کہ تشریع میں سنت رسول ﷺ قرآن حکیم کی شرح، فرع اور تفصیل و توضیح ہے بلکہ آپ تاکیدی طور پر اس بات کے قائل نظر آتے ہیں کہ سنت کسی نہ کسی مفہوم میں کسی نہ کسی قرآنی حکم کے دائرے میں ہو گی اور بالکل نئے اور مستقل بالذات حکم کا اثبات نہیں کرے گی۔ قرآن کے سنت کو متضمن ہونے کے مؤقف کو یوں بیان کرتے ہیں: **السنة راجعة فى معناها الى الكتاب ---فلا تجد فى السنة امرا الا والقرآن قد دل على معناه دلالة اجمالية او تفصيلية ---فيلزم من ذلك ان تكون السنة حاصلة فيه فى لجملة ---و ذلك معنى كونها راجعة اليه**[10] سنت اپنے معنی کے اعتبار سے کتاب اللہ کی طرف راجع ہے آپ سنت میں موجود ہر حکم کے معنی کو قرآن میں پائیں گے کہ اس نے اس پر اجمالی یا تفصیلی دلالت ہو گی۔۔۔ تو اس سے لازم آتا ہے کہ سنت قرآن میں متضمن ہو اور سنت کے قرآن کی طرف راجع ہونے کا یہی معنی ہے۔

امام شاطبیؒ کی اس عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ سنت قرآن کی فرع ہے اور یہ کسی نہ کسی معنی میں کسی نہ کسی قرآنی حکم کے دائرہ میں ہو گی۔

٦. مصالح شرعیہ اور سنت رسول اللہ ﷺ کا تعلق

مصالح شرعیہ مصالح (حفاظت دین، انسانی زندگی کی حفاظت، حفاظت نسل، حفاظت مال اور حفاظت عقل) اور اس کے تینوں درجات (ضروریات حاجیات اور تحسینیات) کے بنیادی اور اساسی خدوخال قرآن حکیم نے وضع کیے ہیں۔ سنت نے انہی کی توضیح کی ہے اور سنت اس دائرے سے باہر نہیں جاتی۔ مصالح اور سنت رسول ﷺ کے اسی تعلق کو امام شاطبیؒ یوں تعبیر کرتے ہیں: **ان القرآن الكريم اتى بالتعريف بمصالح الدارين جلبا لها والتعريف بمفاسدها وقد مر ان المصالح لا تعدو الثلاثة الاقسام وهى الضروريات ويلحق بها مكملاتها ولحاجيات ويلحق ويضاف اليها مكملاتهاولا زائد على هذه الثلاثة المقررة فى كتاب المقاصد واذا نظرنا الى السنة وجدناها لا تزيد على تقرير هذه الامور فالكتاب اتى بها اصولا يرجع اليها والسنة اتت بها تفريعا على الكتاب وبيانا لمافيه منها فلا تجد فى السنة الا ما هو راجع الى تلك الاقسام** ۔[11] قرآن کریم نے دنیا و آخرت کے ان مصالح کو بھی واضح کیا ہے، جن کو حاصل کرنا مطلوب ہے اور ان مفاسد کو بھی جن کو دور کرنا مقصود ہے۔ یہ بات گزر چکی ہے کہ مصالح تین اقسام سے خارج نہیں ہیں۔ ایک صورت ضروریات اور ان کے تکمیل کرنے والے امور کی، دوسری حاجیات اور ان کی تکمیل کرنے والے امور کی اور تیسری

---

[10] ۔ شاطبی، **الموافقات** ۴/ ۱۳۔ ۱۲

[11] ۔ شاطبی، **الموافقات** ۴/ ۲۳

صورت تحسینیات اور ان کے تکمیل کرنے والے امور کی۔ کتاب المقاصد میں واضح کیا گیا ہے کہ ان تین اقسام کے علاوہ کوئی اور قسم نہیں پائی جاتی ۔ اب جب ہم سنت کو دیکھتے ہیں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ وہ ان امور کی تاکید و توثیق کے علاوہ کچھ نہیں کرتی۔ چنانچہ کتاب اللہ نے ان اقسام سے اصولی احکام وضع کیے ہیں، جن کی حیثیت مرجع کی ہے اور سنت کتاب اللہ کے احکام پر تفریع کرتی ہے اور ان کی شرح و وضاحت کرتی ہے، چنانچہ سنت میں تمہیں کوئی حکم ایسا نہیں ملے گا جو ان اقسام کی طرف راجع نہ ہو۔

امام شاطبیؒ کی اس عبارت سے ثابت ہوتا ہے کہ مصالح شرعیہ اور اس کے درجات کا سنت سے تعلق یہ ہے کہ مصالح کے اصول اور بنیادی خدوخال کتاب اللہ نے وضع کیے ہیں، جبکہ سنت رسول ﷺ ان کی تاکید و توثیق اور وضاحت و تشریح کرتی ہے۔

۷۔ قرآنی مجملات اور سنت کا تعلق

قرآن وسنت کے باہم تعلق پر ایک اہم پہلو مجمل احکام کی وضاحت اور اس سے متعلق جزئیات کی تفصیل ہے۔ جمہور کے نزدیک ہر وہ چیز مجمل ہے، جس سے متکلم کی مراد واضح نہ ہو اور خود متکلم ہی کی طرف سے توضیح کی محتاج ہو۔ امام شاطبیؒ بھی اس تعریف سے متفق نظر آتے ہیں لیکن اس کے ساتھ ساتھ آپ ان احکام کے لیے بھی یہ اصطلاح لاتے ہیں، جن کا بنیادی اور اصولی ذکر قرآن حکیم میں اور ضروری وضاحتیں، مثلا عمل کا طریقہ، اسباب، شروط، موانع اور لاحقات سنت سے سامنے آتے ہوں۔ امام شاطبیؒ قرآن وسنت کے اس تعلق کی بنیاد پر یہ مؤقف قائم کرتے ہیں کہ سنت رسول ﷺ کو نظر انداز کر کے براہ راست قرآن سے اخذ واکتساب درست نہیں۔[۱۲] امام شاطبی کی توجیہ کے مطابق قرآنی مجملات اور سنت رسول ﷺ کے تعلق کی نظیر، مثلا نماز کہ اس کا اصولی حکم قرآن حکیم اور ادائیگی کا طریقہ، شرائط، آداب، وقت، تعداد رکعات اور موانع وغیرہ کا ثبوت سنت رسول ﷺ سے ہے۔

مزید یہ کہ آپ واضح کرتے ہیں کہ سنت کے کتاب اللہ پر قاضی ہونے کا یہی مطلب ہے کہ یہ کتاب اللہ کی مراد کو عیاں اور آشکار کرتی ہے، اس لیے کسی ایسے حکم بارے میں، جس کا اصولی ثبوت قرآن حکیم سے ہو اور اس کی وضاحت سنت رسول ﷺ سے ہو، یہ کہنا کہ اس کا ثبوت سنت سے ہے، اصولا صحیح نہیں۔ آپ اس کو یوں بیان کرتے ہیں: **ان السنة بمنزلة التفسير والشرح لمعانی احكام الكتاب ودل على ذلك قوله " لتبين للناس ما نزل اليهم " فاذا حصل بيان قوله تعالى " والسارق والسارقة فاقطعوا ايديهما " فان القطع من الكوع وان المسروق نصاب فاكثر من حرز مثله فذلك هو المعنى المراد من الآية ، لا ان نقول ان السنة اثبتت هذه الاحكام دون الكتاب ---فمعنى كون السنة قاضية على الكتاب انها مبنية له فلا يوقف على اجماله واحتماله وقد بينت المقصود منه ۔**([۱۳]) سنت کی حیثیت کتاب اللہ کے احکام کی تفسیر اور تشریح کی ہے اور اس پر اللہ تعالی کا ارشاد دلالت کرتا ہے: "لتبین للناس مانزل الیھم" چنانچہ جب اللہ کے ارشاد: "والسارق والسارقۃ فاقطعوا ایدیھما" کی یہ وضاحت کر دی گئی کہ ہاتھ کو گٹے سے کاٹا جائے گا

---

[۱۲] ۔ شاطبی، **الموافقات** ۳/ ۲۹۵۔۔۲۹۳

[۱۳] ۔ شاطبی، **الموافقات** ۴/ ۱۰

اور مسروقی مال کو نصاب کے مساوی یا اس سے زیادہ ہونا چاہیے، جسے کسی محفوظ جگہ سے چرایا گیا ہو تو دراصل یہی آیت کی مراد ہے اور اس سے متعلق یہ کہنا درست نہیں ہو گا کہ یہ احکام کتاب اللہ نے نہیں، بلکہ سنت نے ثابت کیے ہیں، پس سنت کے کتاب اللہ پر حاکم ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وہ اس کی وضاحت کرتی ہے، اس لیے جب سنت قرآن کی مراد کو واضح کر دے تو کتاب اللہ کے مجمل اور محتمل بیان پر مدار نہیں رکھا جائے گا۔

امام شاطبیؒ کی اس عبارت سے واضح ہوتا ہے کہ ایسا حکم جس کا اصولی ثبوت کتاب اللہ سے اور تفصیلات سنت رسول ﷺ سے ہو، اس سے متعلق یہ کہنا درست نہیں کہ یہ سنت سے ثابت ہے۔ باقی رہا کہ سنت کتاب اللہ پر قاضی ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ سنت کتاب اللہ کے اجمال و احتمال کی وضاحت کرتی ہے۔ اس لیے سنت کو نظر انداز کر کے، احتمال و اجمال کے باوجود کتاب اللہ پر کسی حکم کی بنیاد درست نہیں"۔

۸. مشتبہ امور کو یقینی کے ساتھ ملانا

امام شاطبیؒ نے قرآن وسنت کے باہم تعلق کی ایک سمت اس طرح واضح کی ہے۔ قرآن حکیم میں حلال و حرام واضح ہیں۔ بعض چیزیں ایسی ہیں جو قیاس کے اعتبار سے حلت و حرمت دونوں کے ساتھ مل سکتی ہیں، سنت اس چیز کا تعین کر دیتی ہے کہ وہ مشتبہ امر حلت و حرمت، دونوں میں سے کس کے متعلق ہو گا۔ مثلاً قرآن حکیم نے مردار کو حرام اور ذبح کیے ہوئے طیب جانور کو حلال قرار دیا ہے۔ اب اگر ذبح کرنے کے بعد مادہ جانور کے پیٹ سے مردہ بچہ نکل آئے تو اس کا کیا حکم ہو گا؟ قیاس کا تقاضا یہ ہے کہ ماں کا اعتبار کرتے ہوئے اسے حلال جبکہ خود بچے کا اعتبار کرتے ہوئے اسے حرام قرار دیا جائے، یعنی قیاس کی رو سے حلت و حرمت برابر ہیں اور معاملہ مشتبہ رہتا ہے۔ سنت نے آکر اس اس اشتباہ کو ختم کر دیا اور اس جنین کی حلت کا حکم لگایا۔(۱۴)

۹. دیگر افراد میں علت(۱۵) اور مناط(۱۶) کے ذریعے کسی حکم کا ثبوت

قرآن وسنت کے باہم تعلق کی صورت یہ بھی ہے کہ علت اور مناط کی بنیاد پر قرآنی حکم کو ایسی صورتوں پر لاگو کر دیا جائے جن کا ذکر قرآن حکیم میں نہیں۔ مثلاً ربا القرض / النسیئۃ / الجاھلیۃ[۱۷] کی حرمت قرآن سے اور ربالفضل / الحدیث[۱۸] کی حرمت سنت سے ثابت ہے۔ امام شاطبیؒ ان

۱۴۔ شاطبی، **الموافقات**، ج:۴، ص:۲۸۔۳۲

۱۵۔ علت: وہ وصف ہے جس کی طرف حکم کی نسبت کی جائے جیسے مسکر چیزوں میں صفت سکر کیطرف حرمت کی نسبت کی جاتی ہے۔

۱۶۔ مناط کی وضاحت: نص میں وارد ہونے حکم کی علت کو غیر منصوص واقعہ میں ثابت اور منطبق کرنا۔

۱۷۔ ربالجاھلیۃ کی وضاحت: ربا الجاھلیہ وہ قرض ہے جو اس شرط پر دیا جائے کہ مدیون (قرض لینے والا) دائن (قرض دینے والا) کو اس سے زیادہ اور اس سے اچھا واپس کرے۔

۱۸۔ ربالفضل کی وضاحت: ربالفضل یہ ہے کہ ایک جنس کی چیزوں میں دست بدست زیادتی کے عوض بیع ہو' مثلاً چار کلو گرام گندم کو نقد آٹھ کلو گرام گندم کے عوض فروخت کیا جائے

دونوں کے درمیان تعلق اس طرح قائم کرتے ہیں کہ دراصل ربا الجاھلیۃ میں حرمت کی علت بغیر عوض رقم میں اضافہ ہے اور سنت نے اسی علت کی بنیاد پر ربا الفضل کو حرام قرار دیا ہے۔[19]

۱۰۔ قرآن وسنت کی باہم مناسبت

امام شاطبیؒ کے نزدیک سنت میں وارد احکام کسی نہ کسی اعتبار سے قرآن کے مناسب ہوتے ہیں، خواہ سنت قرآنی اشارات سے ماخوذ ہو یا قرآنی کے حکم پر اسے قیاس کیا گیا ہو۔ امام شاطبیؒ کے ہاں اس مقام پر یہ بات ضروری ہے کہ قرآنی مزاج واصطلاحات کو مد نظر رکھا جائے جیسا کہ سلف کا طریقہ ہے، نہ کہ محض لغت کی بنیاد پر تعلق قائم کرنے کی کوشش کی جائے، اگر ایسا کیا جائے تو وہ بہر حال قابل مذمت ہے۔ آپ لکھتے ہیں: **ولکن صاحب هذا المآخذ يتطلب ان يجد كل معنى فى السنة مشارا اليه من حيث وضع اللغة لا من جهة اخرى او منصوصا عليه فى القرآن ---ولكن القرآن لا يفيئ بهذا المقصود على النص والاشارة العربية اللتى تستعملها العرب او نحوها واول شاهد فى هذا الصلاة والحج والزكوة والحيض والنفاس واللقطة والقراض والمساقاة والديات والقسامات واشباه ذلک من امور لا تحصى فالملتزم لهذا لا يفيئ بما ادعاه الا ان يتكلف فى ذلک مآخذ لا يقبلها كلام العرب ولا يوفق على مثلها السلف الصالح ولا العلماء الراسخون فى العلم-**([20]) اس طریقے کو اختیار کرنے والا چاہتا ہے کہ سنت میں مذکور ہر حکم کا اشارہ لغوی دلالت کے لحاظ سے، کسی نہ کسی جہت سے قرآن میں تلاش کرے یا وہ اسے قرآن میں منصوص نظر آئے لیکن قرآن نصا یا اہل عرب کے استعمالات کے اعتبار سے اشارتاً یا اس طرح کے دوسرے طریقے سے غرض کو پورا نہیں کرتا اور اس کی واضح مثال نماز، حج، زکوۃ، حیض ونفاس، لقطہ، مضاربت، مساقات، دیت، قسامت اور اس طرح کے بے شمار احکام ہیں۔ چنانچہ اس کا دعوی کرنے والا اپنے دعوے کو پورا نہیں کر سکتا سوائے اس کے کہ استدلال میں پر تکلف طریقے استعمال کرے، جن کو نہ تو کلام عرب قبول کرتا ہو اور نہ اس سے سلف صالحین اور علم میں رسوخ رکھنے والے علماء اتفاق کرتے ہیں) امام شاطبیؒ کی اس عبارت سے ان کا مؤقف واضح ہے کہ اگرچہ سنت کا مآخذ قرآن حکیم ہی ہے لیکن مجتہد کے لیے یہ درست رویہ نہیں کہ وہ قرآنی مزاج اور اصطلاحات کو نظر انداز کر کے محض لغت کی بنیاد پر قرآن وسنت میں تعلق اور مناسبت ظاہر کرنے کی کوشش کرے۔

۱۱۔ عام وخاص کے بارے میں مؤقف

عموم اور اس کی تخصیص کے بارہ امام شاطبیؒ نے دو طریقے سے گفتگو کی ہے: (۱) عام کی ایک وضع لغوی ہے اور دوسری استعمالی۔ عام اگرچہ لغت کے اعتبار اپنے تمام افراد پر محیط ہوتا ہے لیکن استعمال کے اعتبار سے یہ بہر حال محتمل ہے[21]، اس لیے عام وخاص اور مطلق ومقید کو الگ الگ

---

[19]۔ شاطبی، **الموافقات** ۲/ ۲۹۳

[20]۔ شاطبی، **الموافقات** ۴/ ۴۲

[21]۔ شاطبی، **الموافقات** ۳/ ۲۱۶۔ ۲۱۴

شمار کرنے کی بجائے استعمال کے اعتبار سے خاص کو عام اور مقید کو مطلق کی مراد شمار کیا جائے۔ہاں اگر استقراء سے عمومیت تکرار کے ساتھ سامنے آئے تو ایسی صورت میں عام بہر حال اپنی عمومیت پر قطعی ہو گا۔ امام شاطبیؒ کے اس مؤقف کہ لغت کے اعتبار سے اپنے تمام افراد کو شامل ہونے والا لفظ خاص افراد پر منحصر ہو سکتا ہے، کی مثال جیسے:اللہ تعالی کا فرمان:اللہ خالق کل شئی اللہ ہر چیز کا پیدا کرنے والا ہے۔اس آیت سے یہ واضح ہے کہ اللہ نے اگرچہ عمومیت کو لایا ہے لیکن "ہر شئ" کے اندر اپنے آپ کو شمار نہیں کیا۔اس لیے امام شاطبیؒ نے کہا ہے کہ عام و خاص اور مطلق و مقید کے مجموعے کو مستدل سمجھا جائے،اس مؤقف کی تعبیر یوں کرتے ہیں:

لا یقتصر ذوالاجتھاد علی التمسک بالعام مثلا حتی یبحث عن مخصصه و علی المطلق حتی ینظر ھل له مقید ام لا ۔ اذ کان حقیقة البیان مع الجمع بینھما فالعام مع خاصه ھو الدلیل ۔ (۲۲)

مثلا مجتہد صرف عام نص کو لینے کی پابندی نہ کرے، یہاں تک کہ اس کے مخصص کی چھان پھٹک نہ کر لے اور مطلق پر بند نہ رہے یہاں تک کہ دیکھے:اس کا مقید ہے یا نہیں؟کیونکہ مراد حقیقی دونوں کے مجموعے عیاں ہوتی ہے،اس لیے عام اپنے خاص کے ساتھ ہی دلیل بنتا ہے۔

امام شاطبیؒ کے نزدیک کسی نص میں لغت اور استعمال دونوں اعتبار سے عام کے تمام افراد مراد کی صورت صرف یہی ہے کہ تلاش وتتبع سے تکرار سے عمومیت سامنے آئے، آپ لکھتے ہیں:**فکل اصل تکرر تقریرہ وتاکد امرہ وفھم ذلک من مجاری الکلام فھو ماخوذ علی حسب عمومه ۔**(۲۳) ہر وہ اصل جس کی تاکید بار بار وارد ہو اور اسے (مختلف پہلوؤں) سے مؤکد کیا گیا ہو اور کلام کے اسالیب سے اس کی تاکید واضح ہو رہی ہو تو اسے اس کے عموم پر ہی محمول کیا جائے گا۔اس کی مثال جیسے:**لا تزر وازرة وزر اخری** کوئی بھی دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔ہر بندہ اپنے عمل کا خود ذمہ دار ہے۔ہر کسی نے اپنے اعمال کا حساب دینا ہے۔ہر کوئی اپنے کیے کے مطابق گروی رکھ دیا جائے گا وغیرہ، مختلف اسالیب قرآن وسنت میں آئے ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ ہر ایک کو اپنے اعمال کی جواب دہی خود دینی ہو گی اور کوئی بھی کسی دوسرے کے اعمال کا ذمہ دار نہ ہو گا۔بہر حال ما قبل گفتگو سے یہ ثابت ہوا کہ امام شاطبیؒ کے نزدیک عام کی ایک وضع لغوی ہے اور دوسری استعمالی۔عام اگرچہ لغت کے اعتبار سے اپنے تمام افراد پر محیط ہوتا ہے لیکن استعمال کے اعتبار سے یہ بہر حال محتمل ہے،اس لیے عام وخاص اور مطلق و مقید کو الگ الگ شمار کرنے کی بجائے استعمال کے اعتبار سے خاص کو عام اور مقید کو مطلق کی مراد شمار کیا جائے۔ہاں اگر استقراء سے عمومیت تکرار کے ساتھ سامنے آئے تو ایسی صورت میں عام بہر حال اپنی عمومیت پر قطعی ہو گا۔

۲۲۔ شاطبی، **الموافقات** ۳/۷۴

۲۳۔ شاطبی، **الموافقات** ۳/۲۴۴

(۲) بعض دفعہ احکام کلیہ کے بیان میں کسی دوسرے حکم کلی کا لحاظ کرتے ہوئے تخصیص یا استثناء کیا جاتا ہے اس لیے ایک اصلی کلی میں، دوسری اصل شرعی کی بنیاد پر تخصیص کو تعارض نہ کہا جائے۔[۲۴] اس کی مثال جیسے: والدین کی جائیداد میں اولاد کا حصہ مقرر کیا گیا ہے، لیکن ایک دوسری اصل کی بنا پر یہ قدغن لگادی کہ قاتل مقتول کا وارث نہیں بن سکتا، یہ قدغن ایک اصل شرعی (سد ذریعہ) کا لحاظ کرتے ہوئے لگائی گئی ہے ،اس یہاں یہ مت سمجھا جائے کہ شریعت کے دو اصولوں میں تعارض ہے۔(۲۵)

۱۲. قرآن وسنت میں سے کون مقدم

امام شاطبیؒ نے کتاب اللہ اور سنت رسول ﷺ کے تعلق کی ایک نوعیت یہ بیان کی ہے کہ قرآن سنت پر مقدم ہو گا اور یہ تقدیم چار وجوہات کی بنا پر ہے: اول یہ کہ قرآن ثبوت کے اعتبار سے قطعی جبکہ سنت ظنی ہے(۲۶)، دوم یہ کہ سنت بیان، شرح اور تفسیر ہے جبکہ کتاب اللہ مبین (با اور یا کے فتح کے ساتھ)، متن اور مفسر (سین کے فتح کے ساتھ) ہے اور یہ بات تسلیم شدہ ہے کہ مبین (با اور یا کے فتح کے ساتھ)، متن اور مفسر (سین کے فتح کے ساتھ)، بیان، شرح اور تفسیر پر مقدم ہوتا ہے(۲۷)، سوم یہ کہ سلف صالحین کا اس بات پر تعامل ہے کہ کتاب اللہ سنت پر مقدم ہے۔ جیسا کہ حضرت معاذ بن جبل، حضرت عمر، حضرت عبد اللہ بن عبد اللہ مسعود اور حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنھم اجمعین کی روایات سے ثابت ہوتا ہے، اور چہارم یہ کہ احناف نے احکام کی ایک تقسیم فرض اور واجب کی صورت میں کی ہے اور اس تقسیم کی ایک بنیاد یہ بھی ہے کہ قرآن سنت پر مقدم ہے۔(۲۸)

حاصل کلام

بہر حال ماقبل گفتگو سے بڑے مختصر اور جامع انداز میں یہ بات اپنے پایہ ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ امام شاطبیؒ نے اپنی مشہور کتاب "الموافقات" میں قرآن وسنت کے باہمی تعلق پر بڑی نفیس اور منفرد گفتگو کی ہے۔ آپ نے استقراء کے اصول کے تحت شریعت کی قطعیت اس طرح ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ اس سے قرآن وسنت کے باہم تعلق میں ظنی دلائل میں بھی ایک طرح کا یقین پیدا ہو جائے۔ آپ کی بحث سے تشریع کے تصور، مقاصد اور عمل کے بہت سے پہلو سامنے آئے ہیں، ان میں سے؛ انسانی مصالح اور تشریع کا تعلق، تشریع کی قطعیت کی نوعیت، اخبار آحاد کی ظنیت، تشریع میں سنت قرآن کی فرع ہے، مصالح شرعیہ کے زیر اثر تشریع کی تکمیل، قرآن کے جزوی احکام کی توضیح و تفصیل، مشتبہ فروع کا

---

[۲۴] ۔ شاطبی، **الموافقات** ۱/ ۲۴۱

[۲۵] ۔ شاطبی، **الموافقات** ۱/ ۲۴۱

[۲۶] ۔ شاطبی، **الموافقات** ۴/ ۴۰۸

[۲۷] ۔ شاطبی، **الموافقات** ۴/ ۴۰۸

[۲۸] ۔ شاطبی، **الموافقات** ۴/ ۴۰۸

اصل کے ساتھ الحاق، علت کی بنا قرآنی حکم میں توسیع، اشارات قرآنی سے استنباط، عام کی تخصیص اور قرآن، سنت پر مقدم ہے، جیسے موضوعات نمایاں ہیں۔

کتابیات

شاطبی، ابراہیم بن موسی، **الموافقات فی اصول الشریعۃ** (دار ابن عفان، قاہرہ ۱۹۹۷ء)۔